امام ابوداؤدؒ

۲۰۲ھ تا ۲۷۵ھ

جناب عبدالرشید عراقی صاحب

نام ونسب | نام سلیمان بن اشعث بن اسحاق کنیت ابوداؤد۔ سیتان کے رہنے والے تھے۔ سیتان کا معرب سجتان ہے۔ اس لیے وطن کی طرف منسوب ہوکر سجتانی کہلاتے۔

تحصیلِ علم | امام صاحب نے جب ہوش سنبھالا تو اُس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہوچکا تھا اور علم حدیث اکنافِ عالم میں پھیل چکا تھا۔ آپ نے اس وقت کے تمام مشہور اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔

اساتذہ و شیوخ | حافظ ابن حجر نے امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد تین سو سے زائد بتائی ہے۔ تاہم ان کے مشہور اساتذہ یہ ہیں۔ امام احمد، ابوالولید طیالسی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین[1]

تلامذہ | آپ کے تلامذہ بھی اپنے زمانے کے اساطینِ فن تھے۔ امام ترمذی اور امام نسائی آن کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔[2]

زہد و تقویٰ | امام ابوداؤد فقہ، حفظِ حدیث، زہد، عبادت، یقین توکل میں یکتائے روزگار تھے[3]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۱۵۳   [2] ایضاً

[3] اتحاف النبلاء ص ۲۵۷

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ورع وتقویٰ، عفت وعبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے[۱]۔ حافظ موسیٰ بن حارون حضرت امام صاحب کے فضل وعلم کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کئے گئے تھے میں نے اس سے افضل کسی کو نہیں دیکھا[۲]۔

امام حاکم کی رائے یہ ہے کہ "امام ابوداؤد بلاشک وریب اپنے زمانے میں محدثین کے امام تھے[۳]"

امام ابوداؤد کا مسلک اس بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے کہ اُن کا مسلک کیا ہے۔ کبار محدثین کے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے کہ مختلف مسلک والوں نے اُن کو اپنے مسلک کا حامی یا پیرو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

السید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) نے لکھا ہے۔ کہ امام ابوداؤد شافعی تھے[۴]۔ مولانا السید محمد انور شاہ صاحب کشمیری (م ۱۳۵۲ھ) بحوالہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد[۵] حنبلی تھے اور مولانا خلیل احمد سہارن پوری (م ۱۳۴۶ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوداؤد کے سنن وتراجم پر غور کرنے کے بعد اس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ امام موصوف نے اپنی سنن میں بہت سے مقامات پر دوسری ثابت ومعروف روایات کے مقابلے میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جن سے امام احمد کے مسلک کی تائید ہوتی ہے[۶]۔

تصنیفات سنن ابوداؤد۔ سنن مراسیل، الرد علی القدریہ، الناسخ والمنسوخ، ماتفرد بہ اہل الامصار، فضائل الانصار، مسند مالک بن انس، المسائل معرفۃ الاوقات والاخوۃ، کتاب بدء الوحی[۷]۔

سنن ابی داؤد ان کی سب سے زیادہ اہم کتاب ہے۔

سنن ابوداؤد سنن ابوداؤد کی ترتیب وتسوید حضرت امام کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کے

۱۔ مرقاۃ جلد ۱ ص ۲۲ — ۲۔ محدثین عظام اور اُن کے علمی کارنامے ص ۱۰۳

۳۔ وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۹ — ۴۔ اتحاف النبلاء — ۵۔ فیض الباری

۶۔ بذل المجہود جلد ۱ ص ۴۰ — ۷۔ تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۴۹۔

زمانۂ تالیف کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکا۔ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ:۔

"جب امام ابوداؤد سنن کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اُس کو اپنے استاد حضرت امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے اُس کو بہت پسند کیا[1] اور امام احمدؒ کا سنِ وفات ۲۴۱ھ ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُس وقت تالیف سے فارغ ہو چکے تھے اور سنن کی تالیف ۲۴۱ھ سے پہلے ہے"۔

سنن ابوداؤد کی وجہ تالیف | امام ابوداؤد نے جس زمانے میں آنکھیں کھولیں تو انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ فنِ حدیث میں ایک نئے انداز کی کتاب کی گنجائش ہے۔ جس میں ان احادیث کا استیصاب ہو، جن سے ائمہ فن نے اپنے مذاہب پر استدلال کیا ہو۔

علامہ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

"حفاظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے ضبط و حفظ میں پوری توجہ کی۔ لیکن اس نے نہ تو مسائل کے استنباط کی طرف توجہ کی، نہ تو ان خزانوں سے احکام نکالنے کی کوشش کی جو سرمایۂ حدیث نے محفوظ کر رکھا تھا۔ اس کے مقابل ایک جماعت ایسی تھی جس نے اپنی پوری توجہ استنباطِ مسائل اور اُس میں غور و فکر کی طرف رکھی"[2]

اُس وقت ایک ایسی جماعت معرضِ وجود میں آ چکی تھی جو صرف احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روایت کرتی تھی اور یہ جماعت ائمہ مجتہدین کی فقہی باریکیوں سے ناواقف تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جنہوں نے ائمہ پر نقد و جرح شروع کر دی۔ اس کا ثبوت کتبِ تاریخ میں موجود ہے، جیسے کہ ابوحاتم رازی نے امام شافعیؒ پر سخت تنقید کی اور فرمایا۔

"امام شافعیؒ فقیہ ہے۔ لیکن حدیث سے ناواقف"[3]۔

اس لیے امام ابوداؤد نے فقہاء کے استدلات کو اپنی کتاب میں جمع کرنے کی کوشش کی۔ اس پر

---

[1] مرقاۃ جلد ۱ ص ۲۲ [2] اعلام الموقعین جلد ۳ ص ۸۴۳

[3] محدثین عظام اور اُن کے علمی کارنامے ص ۱۷۷

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں۔

"کہ آن کا مقصد یہ تھا کہ ایسی احادیث کو یکجا کر دیں جس سے فقہاء استدلال کرتے ہیں[1]"

سنن کی مقبولیت سنن کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کو ہر زمانے کے علمائے کرام اور فقہائے عظام نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ امام ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ:

"امام ابو داؤد نے ایسی کتاب لکھی ہے جو مسلمانوں کے درمیان حکم ثابت ہوئی اور اختلافی مسائل میں فیصلہ کُن ٹھہری[2]"

تعلیم کے اعتبار سے سنن ابوداؤد کا صحاح ستہ میں مقام تعلیم کے اعتبار سے اس کا مقام معلوم کرنے سے پہلے صحاح ستہ کے مقاصد کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ چونکہ مؤلفینِ صحاح ستہ نے اپنے ذوق کے مطابق اپنی اپنی کتابوں میں انتخاب کیا ہے۔

امام بخاریؒ کے پیشِ نظر طرقِ استنباط و استخراجِ مسائل ہے۔ جو اُن کے تراجم ابواب سے ظاہر ہے۔ اہلِ درس کا مشہور مقولہ ہے کہ "بخاری کی ساری کمائی اُن کے تراجم میں ہے"۔

امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث کو مختلف اسانید سے یکجا بیان کر دیا ہے۔

امام ابوداؤد نے ائمہ فن کے مستدلات کو موضوع قرار دیا۔

امام ترمذی کا مقصد بیان مذاہب ہے۔

امام نسائی کی غرض عللِ حدیث پر تنقید کرنا ہے۔

امام ابن ماجہ نے غیر معروف روایات کو بیان کرنا اپنے پیشِ نظر رکھا[3]۔

اُوپر کی عبارت سے ہمارے سامنے ان کتابوں کے اغراض و مقاصد آ گئے ہیں۔ اس لیے احادیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مولانا سید انور شاہ مرحوم صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے جو نصاب بنایا ہے اُس کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے مولانا سید انور شاہ فرماتے ہیں۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ جلد ۱ ص ۳۵۰

[2] محدثین عظام اور اُن کے علمی کارنامے ص ۱۷۷ [3] تدریب الراوی

"مشکوٰۃ شریف کے بعد ترمذی کی تعلیم دینی چاہیے۔ کیونکہ سب سے پہلے طالب علم کو ائمہ کے مذاہب معلوم ہونے چاہییں۔ پھر مزید برآں ائمہ کے دلائل جاننے کی ضرورت ہے، اس کے لیے سنن ابو داؤد کا وظیفہ ہے۔ پھر طریق استنباط وطرز استدلال معلوم ہونا چاہیے۔ اس کے لیے صحیح بخاری کا وظیفہ ہے۔ پھر اس کے بعد مزید تائید کے لیے مسلم شریف کو پڑھنا چاہیے، کیونکہ وہ صحیح احادیث کو مختلف اسانید سے یکجا روایت کرتے ہیں۔ پھر عللِ حدیث جاننے کے لیے نسائی کا مقام ہے۔ جہاں وہ ھذا منکر وھذا صواب کہتے ہیں۔ پھر کھرے اور کھوٹے جاننے کے لیے سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔"

اس گفتگو سے اب یہ بالکل واضح ہوگیا کہ تعلیم کے لحاظ سے سنن ابو داؤد کا درجہ ہے[1]

صحاح ستہ میں صحت کے لحاظ سے سنن ابو داؤد کا مقام | یہ بات متفق علیہ ہے کہ بخاری مسلم کو سنن اربعہ پر صحت کے لحاظ سے فضیلت حاصل ہے، لیکن اس کے بعد کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے۔

مولانا انور شاہ صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے نسائی کو تیسرا درجہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کو۔[2]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رم ۱۲۳۹ھ) نے جہاں کتب حدیث کے طبقات بیان فرمائے ہیں، وہاں سنن ابو داؤد کو دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔[3]

صاحبِ مفتاح السعادۃ نے بھی سنن ابو داؤد کو صحیح مسلم کے بعد رکھا ہے۔[4]

تعداد روایات | سنن ابو داؤد کی روایات کی تعداد ۴۸۰۰ ہے، مزید برآں ۶۰۰ مراسیل بھی ہیں۔[5]

اصل دین | امام ابو داؤد کی نظر حدیث وسنت کے معاملہ میں اتنی وسیع تھی کہ لاکھوں احادیث کی

۱؎ العرف الشذی۔ ۲؎ ایضاً۔ ۳؎ عجالہ نافعہ۔

۴؎ محدثین عظام اور اُن کے علمی کارنامے ص ۱۷۹۔

۵؎ ایضاً ص ۱۸۴۔

چھان بین کے بعد سنن کا یہ نسخہ مرتب فرمایا، جن میں ۵۰ ہزار کے قریب احادیث ہیں۔ لیکن ان کی اپنی رائے یہ تھی کہ اگر آدمی سمجھدار ہو تو اس کی دُنیا وعقبیٰ کی فلاح صرف چار احادیث کے فہم وعقل پر موقوف ہے جو یہ ہیں :۔

۱۔ " تمام اعمال کی مقبولیت کا دار ومدار صرف نیتوں پر ہے"۔

۲۔ "انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے"۔

۳۔ " مومن حقیقی مومن نہیں ہو سکتا کہ جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی بات پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

۴۔ " حلال وحرام واضح ہیں مگر اُن کے درمیان بعض مشتبہ ومشکوک چیزیں بھی ہیں، جو اُن سے بچے گا، وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر سکے گا"۔

امام ابوداؤدؒ نے ان چار حدیثوں کو انسان کے لیے کافی بتایا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ زندگی کے سارے معاملات پر حاوی ہیں۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے مشہودات و قواعد کلیہ جاننے کے بعد جزئیات دین معلوم کرنے کے لیے کسی مجتہد کو ضرورت باقی نہیں رہتی[1] غرض یہ کہ اگر کوئی شخص ضروریات دین سے واقف ہے اور ان موٹی موٹی باتوں پر عمل پیرا ہے، جو بنیادی اور اساسی ہیں، تو ان چار حدیثوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو درحقیقت زندگی کے چار اصول ہیں اس کی دُنیا وعقبیٰ کی تمام اُلجھنیں دُور ہو جائیں گی، اور دُنیا میں یوں رہے گا جیسے جنت میں ہے۔

پہلی حدیث اعمال زندگی میں سے اس زریں اصول کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ اس کا رخانہ تگ ودو میں اصل شے نیتوں کا اخلاص ہے، اعمال کا حجم یا ضخامت نہیں، لبا اوقات ایک عمل جو اپنے پھیلاؤ اور وسعت کے اعتبار سے پہاڑ کی طرح نمایاں اور بلند ہے، محض اخلاص کے نہ ہونے سے حقیر ذرہ سے بھی کم ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہ ہو سکتا ہے کہ ایک عمل جو بظاہر حقیر ہے اخلاص وحسن نیت کی وجہ سے عند اللہ اتنی بڑی قیمت پالے جو بڑے سے بڑے عمل کی ہو سکتی ہے

[1] بستان المحدثین ص ۱۱۹

دوسری حدیث مسلمان میں ذمہ داری کے احساسات کو پیدا کرتی اور ابھارتی ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ یہاں فرائض وواجبات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ لغویات کے لیے سر سے فرصت نہیں۔

تیسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ معاملات اور برتاؤ میں ایک محکم احساس تک سب کی رسائی ہو جائے۔ یعنی اگر ایک شخص اس اصول کو سامنے رکھے کہ اس کے مقابلہ میں دوسرا انسان اس سے کسی نوع کے معاملہ کی توقع رکھ سکتا ہے، اور اس پر یوں غور کرے کہ اگر میرا معاملہ ہو تو میں اپنے لیے کیا طرز عمل اختیار کروں گا تو یقین جانیے کہ بدمعاملگی اور ایذاء وفریب دہی کی وارداتیں بالکل بند ہو جائیں۔

چوتھی حدیث میں ایک بہت بڑا سبق ہے، یعنی ہر مسلمان زندگی کے ہر پہلو پر بھی نگاہ رکھے کہ حلال وحرام کے ارتکاب میں اس کے سامنے کیا اصول ہیں۔ جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے جو جائز اور درست ہیں، وہ بھی معلوم ہیں اور ممنوعات بھی نظروں سے اوجھل نہیں۔ احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ درمیان کی ان صورتوں پر غور کرے جو حلال اور حرام کے بین بین ہیں۔ اگر یہاں احتیاط برتی تو پھر واقعی حرام کے ارتکاب سے بچ گیا۔ ورنہ خطرہ ہے کہ حرام وممنوع کی حدود تک نہ پہنچ جائے۔

سنن ابوداؤد کی شروح وحواشی

سنن ابوداؤد کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر علماء ومحدثین نے اس کے ساتھ پورا اعتنا کیا۔ اور اس کی متعدد شرحیں، حواشی اور مستخرجات لکھے۔ چند مشہور شروح یہ ہیں:-

۱۔ معالم السنن للخطابی۔
۲۔ مرقاۃ الصعود للسیوطی (م ۹۱۱ھ)
۳۔ تہذیب السنن لابن القیم (م ۷۵۱ھ)

برصغیر پاک وہند میں سنن ابوداؤد کی شروح وحواشی

سنن ابوداؤد پر برصغیر پاک وہند میں علمائے کرام نے خاص توجہ دی۔ جہاں تک میری اس سلسلہ میں رسائی ہو سکی ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ غایۃ المقصود شرح ابی داؤد از علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ)

یہ مشہور و معروف اور علمی شرح علامہ مرحوم نے ۳۲ جلدوں میں لکھی تھی۔ ابھی اس کی جلد اوّل ہی شائع ہوئی تھی کہ شارح کا انتقال ہوگیا۔ یہ پوری شرح علامہ مرحوم کے کتب خانہ عظیم آباد (پٹنہ) میں موجود ہے [۱]

۲۔ عون المعبود فی شرح سنن ابوداؤد ! از علامہ شمس الحق عظیم آبادی۔ علامہ مرحوم نے گویا غایۃ المقصود کی تلخیص کی ہے۔ یہ چار جلدوں میں طبع ہوکر قبول عام حاصل کر چکی ہے۔ اب حال ہی میں فاروقی کتب خانہ ملتان نے اسے دوبارہ شائع کیا ہے۔

۳۔ رحمت الودود علی رجال سنن ابی داؤد، از مولانا محمد رفیع شکرانوی بہاری (م ۱۳۳۷ھ)

۴۔ عون الودود از مولانا محمد سعید حیدرآبادی۔ مختصر حاشیہ سنن ابوداؤد [۲]

۵۔ حاشیہ سنن ابوداؤد۔ از استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی (م ۱۳۳۴ھ) استاد پنجاب نے اپنی زندگی میں ۸۰ مرتبہ صحاح ستہ کا درس دیا۔ اس دوران آپ نے سنن ابی داؤد کا حاشیہ لکھوایا۔ یہ حاشیہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے اور کتب خانہ حافظ عبدالمنان وزیرآباد میں محفوظ ہے۔ یہ کتب خانہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب عتیق خطیب جامع اہل حدیث وزیرآباد کی تحویل میں ہے۔

۶۔ حاشیہ سنن ابوداؤد۔ بنام فیض الودود۔ از مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف مدظلہ العالی مدیر الاعتصام۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ اب جماعت اہل حدیث کے ممتاز علماء میں سے ہیں۔ سنن ابوداؤد کے حاشیہ کے ساتھ نسائی شریف کی شرح بھی کر چکے ہیں [۳]۔ یہ ایک علمی اور معلوماتی حاشیہ ہے۔ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

---

[۱] اب معلوم ہوا ہے کہ جمعیت اہل حدیث بنارس اس کے طبع کرانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اگر یہ شرح طبع ہوگئی تو جمعیت اہل حدیث بنارس کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہوگا۔ (عراقی)

[۳] شرح نسائی کا مفصل تعارف امام نسائی کے حالات میں آئے گا انشاء اللہ (مؤلف)

[۲] ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات۔ ص ۴۴۔

۷ - بذل المجہود فی شرح سنن ابی داؤد، از مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م ۱۳۴۶ھ)
یہ عربی شرح ۵ جلدوں میں ہے - بہت علمی اور معلوماتی شرح ہے - یہ شرح طبع ہو کر قبولِ عام حاصل کر چکی ہے -

۸ - شرح سنن ابی داؤد - از مولانا سید انور شاہ کشمیری (م ۱۹۳۲ء) - یہ مولانا کی تقاریر کا مجموعہ ہے اور ۲ جلدوں میں ہے -

۹ - التعلیق المحمود علی سنن ابی داؤد - از مولانا فخر الحسن تلمیذ مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ)
یہ بہت علمی اور ضخیم حاشیہ ہے۔[1]

۱۰ - اردو شرح سنن ابی داؤد - از مولانا وحید الزمان حیدرآبادی (م ۱۳۳۸ھ)
اردو میں شاید ہی اس سے زیادہ مفصل اور مکمل شرح شائع ہوئی ہو - ترجمہ میں تمام مباحث کا ذکر کر دیا گیا ہے -

امام ابوداؤد کی وفات زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گزارا - اور بغداد ہی میں سنن ابی داؤد کی تالیف کی - ۲۷۱ھ میں بغداد سے بصرہ منتقل ہو گئے - اور ۲۷۵ھ میں بصرہ ہی میں انتقال کیا۔[2]

---

[1] دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۱۵۵

[2] وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۸